معاشی ترقی کا راز

حاشیہ

تدبیر فلاح و نجات و اصلاح

مصنف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (علیہ رحمۃ الرحمان)

محشی: [illegible]

مقدمہ: [illegible]

تقدیم: [illegible]

[illegible]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

٧٨٦
مدینہ
٩٢

الصلوٰۃ والسلام علیك یا کاشف الحقائق

'المدینۃ العلمیۃ۔ ایک تعارف'

بحمدہٖ تعالٰی المدینۃ العلمیۃ ایک ایسا تحقیقی اوراشاعتی اِدارہ ہے جوعلمائے اہلسنّت خصوصاً اعلٰی حضرت امامِ اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی گراں مایہ تصنیفات کوعصرِ حاضر کے تقاضوں کے پیشِ نظر سہل ترین اسلوب میں پیش کرنے کا عزم رکھتا ہے۔الحمدللہ عزوجل اس انقلابی عزم کی تکمیل اپنے ابتدائی مراحل میں داخل ہوچکی ہے۔

المدینۃ العلمیۃ کا منصوبہ بفضلہٖ تعالٰی وسیع پیمانہ پر مشتمل ہے جس میں علوم مروّجہ کی تقریباً ہرصنف پر تحقیقی واشاعتی کام شامل منشور ہے یوں وقتاً فوقتاً گراں قدر اسلامی تحقیقی لٹریچر منظرِ عام پر لاکر متعارف کروایا جائے گا اورعلوم اسلامیہ کے محققین حضرات کے ذوق تحقیق کی تسکین کا بھی وسیع پیمانہ پر ساماں کیا جائے گا نیز مرورِ زمانہ کی وجہ سے جن تصنیفات کا لب ولہجہ اورانداز تفہیم متاثر ہوچکا ہے ان کو نئے اسلوب وآہنگ اور جدید انداز تفہیم سے آراستہ کرکے ایک عام پڑھے لکھے فرد کیلئے قابلِ مطالعہ بنانا بھی المدینۃ العلمیۃ کی بنیادی ترجیحات میں شامل ہے۔

امامِ اہلسنّت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے المدینۃ العلمیۃ کی مضبوط ومستحکم لائحہ عمل کا حامل ہے جواس کے قیام کی اغراض میں سے سب سے اوّلین ترجیح ہے۔امامِ اہلسنّت رضی اللہ تعالٰی عنہ کی علمی وتحقیقی تصنیفات بلاشبہ علوم اسلامیہ کا شاہکار ہیں مگرعصرِ حاضر میں نشرواشاعت کے جو نئے رجحانات متعارف ہوچکے ہیں ان کا تقاضہ ہے کہ علوم اسلامیہ کے ان شہ پاروں کوحواشی وتسہیل کے زیور سے آراستہ کرکے شائع کیا جائے جس سے نہ صرف یہ فائدہ ہوگا کہ ان تصنیفات کی مقبولیت میں اضافہ ہوگا بلکہ ہرعام وخاص یکساں طور پران سے مستفید بھی ہوسکے گا۔

اس کے علاوہ دیگر جدید وقدیم علمائے اہلسنّت علیہم الرحمۃ کی تصنیفات کومع تراجم، حواشی، تخریج اور شروح کے منظرِ عام پر لایا جارہا ہے۔جن میں نصابی اورغیرنصابی دونوں طرح کی تصنیفات شامل ہیں،نصابی کتب کے حوالے سے یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ نہ صرف دینی مدارس کی نصابی کتب پر کام ہورہا ہے بلکہ اسکول، کالجز اور جامعات کی نصابی کتب پر بھی کام منشور میں شامل ہے اس قدر وسیع پیمانہ پر تحقیقی کام یقیناً بغیر تعاون کے ناممکن العمل ہے لہٰذا اسلامی علوم کے شائقین کے ہر طبقہ سے گزارش ہے کہ تحقیق واشاعت کے اس میدان میں ہمارے ساتھ علمی وقلمی تعاون کے سلسلے میں رابطہ فرمائیے۔آیئے مل کرعلوم اسلامیہ کے تحقیقی و اشاعتی انقلاب کے لئے صف بہ صف کھڑے ہوجائیں اوراپنی قلمی کاوشوں سے اس کی بنیادوں کومضبوط کریں۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

Email : ilmia26@hotmail.com

P.O. BOX. : 18752

تقدیم

باسمہ تعالیٰ

امام احمد رضا خان محمدی سنی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز (پ ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء - م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خان قادری برکاتی بریلوی (التوفی ۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ء) ابن مولانا مفتی محمد رضا علی خان بریلوی (التوفی ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۰ء) پچھلی صدی میں عالم اسلام کے عبقری فقیہ اور مفتی اعظم ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کے جد امجد مولانا مفتی رضا علی خان بریلوی ابن حافظ کاظم علی خان نے شہر بریلی میں ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں دارالافتاء بریلی کی بنیاد ڈالی۔ آج الحمدللہ چھٹی پشت تسلسل کے ساتھ یہ خدمت دین انجام دے رہی ہے اور مفتی سبحان رضا خان بریلوی ابن مفتی ریحان رضا خان قادری بریلوی (التوفی ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) ابن مفتی ابراہیم رضا خان قادری بریلوی (م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء) ابن مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی (التوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۶۵ء) ابن مفتی امام احمد رضا خان محدث بریلوی ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خان بریلوی اسی دارالافتاء سے فتویٰ نویسی جاری کئے ہوئے ہیں۔

امام احمد رضا (علیہ الرحمۃ) نے اپنے والد گرامی کی حیات میں ہی بعمر ۱۴ سال اسی دارالافتاء سے ۱۲۸۶ء میں مسئلہ رضاعت پر پہلا فتویٰ لکھ کر نویسی کی ابتداء فرمائی اور پھر مسلسل ۵۵ برس تک دین اسلام کی قلمی و علمی خدمت انجام دیتے رہے جس کے دوران آپ نے ۷۰ سے زیادہ علوم وفنون پر ہزار سے زیادہ کتابیں اور ۴۰۰۰ سے زیادہ فتاویٰ قلمی یادگار چھوڑے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کے علاوہ آپ کی حیات میں آپ کے چھوٹے بھائی مولانا مفتی محمد رضا خان بریلوی (م ۱۹۳۹ء) نے بھی مسلسل فتویٰ نویسی فرمائی آپ کے چھوٹے صاحبزادے مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری بریلوی (التوفی ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء) نے بھی مسلسل ۸۰ برس فتویٰ نویسی کے ذریعہ خدمت دین انجام دی ہے جبکہ امام احمد رضا کے پرپوتے مفتی اعظم ہند کے نواسے حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خان قادری بریلوی الازہری مدظلہ العالی بھی پچھلے ۳۰ سال سے مسلسل بریلی کے دارالافتاء سے فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

بریلی شہر کے اس دارالافتاء کو فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے ہوئے پونے دوسو برس ہو چکے ہیں اور احقر کی معلومات کے مطابق برصغیر پاک و ہند میں یہ امتیازی شان کسی اور علمی خانوادے کو حاصل نہیں یہ اللہ کا بڑا فضل ہے اور جو اس خاندان کو حاصل ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کی شان فتاویٰ نویسی کے متعدد پہلو ہیں اور ہر پہلو میں آپ کے فتاویٰ کی انفرادیت نمایاں ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کروں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے ۵۵ برس مسلسل دُنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے ہر علم وفن سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے ہیں اور کبھی کسی فتویٰ یا عبارت کو واپس لینے کی نوبت نہ آئی اور نہ ہی آج تک کوئی محقق یہ کھوج لگا سکا کہ امام احمد رضا نے کسی بھی مسئلے میں کوئی حدیث یا کوئی روایت یا فقہی قول غلط نقل کیا ہو۔ یقیناً یہ ہی شان امتیاز آپ کو تمام فقہاء کے درمیان بلند کئے ہوئے ہے۔

امام احمد رضا کے فتاویٰ مسلمانوں کے لئے باران رحمت ہیں جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو آج بھی نفع پہنچا رہے ہیں۔ آپ سے سوال کرنے والوں میں عام لوگوں کے علاوہ بڑے علماء مشائخ، سائنسدان، اسکول وکالج کے اساتذہ، دانشور حضرات، وکلا اور جج صاحبان سب ہی شامل تھے۔ آپ کے پاس بلاد اسلامیہ کے علاوہ دیگر کئی ممالک سے استفتا آتے رہتے تھے مثلاً چین، برما، سیلون، ساؤتھ افریقہ، نیپال، بھوٹان اور پرتگال وغیرہ جبکہ پاکستان کے تمام صوبوں سمیت کشمیر، گلگت اور سوات جیسے دُور دراز علاقوں سے بھی استفتا آپ تک پہنچتے تھے اور آپ سب کو مدلل اور تسلی بخش جواب ارسال فرماتے۔ اللہ کے فضل سے آپ کی خداداد صلاحیتوں نے آپ کو جلد ہی مرجع خلائق بنادیا چنانچہ نصف صدی تک ہر کوئی آپ ہی کی طرف رجوع کرتا نظر آتا چنانچہ ۱۳۳۱ھ میں آپ کی توجہ سلطنت عثمانیہ یعنی ترکی کی حکومت کے زوال کی طرف دلوائی گئی اور آپ کے ایک مرید جناب حاجی منشی لعل خاں صاحب (المتوفی ۱۳۳۹ھ) نے اپنے مرشد گرامی کی خدمت میں ترک حکومت کی بگڑتی ہوئی صورت حال سے متعلق دریافت کیا کہ ان مسلمانوں کی یہاں سے کس طرح مالی ودیگر امداد کی جائے انہوں نے اسی زمانے کے ایک اخبار 'المؤید' کے چند پرچے بھی بھیجے جس میں ترکوں کے اوپر جاری مظالم کی تفصیل بھی درج تھی۔ امام احمد رضا نے اس سارے پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس وقت کے برصغیر کی صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے پورے عالم اسلام کیلئے ایک معاشی حل ۴ نکات کی صورت میں پیش کیا جس کا تاریخی عنوان آپ نے یہ تجویز فرمایا: تدبیر فلاح و نجات و اصلاح ۱۳۳۱ھ۔ ان چاروں نکات کا خلاصہ کچھ یوں بنتا ہے۔

﴿۱﴾ مسلمان لین دین (تجارت/ کاروبار/ معاملات) آپس میں کریں۔

﴿۲﴾ گھر کا نفع گھر میں رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ عالمی منڈی میں بھی مسلمانوں سے ہی لین دین کریں۔

﴿۳﴾ رؤسائے ملک یعنی امیر مسلمان گھرانے 'بلاسود بینک' کھولیں (سود سے بچنے کیلئے طریقے بھی بتائے جو آپ کی تصنیف کفل الفقیه میں درج ہیں)

﴿۴﴾ مسلمان کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام لیں۔

امام احمد رضا کے پیش کردہ چار نکات کی شرح اور وضاحت محترم پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی صاحب نے اپنی تفصیلی مقالے میں فرمائی تھی جس کو اِدارہ تحقیقات امام احمد رضا نے رسالے معارف رضا میں شائع بھی کیا اور پھر جس کا انگریزی ترجمہ بھی ادارہ نے ۱۹۹۰ میں شائع کیا۔ امام احمد رضا کے اس رسالے کو اب ادارہ المدینة العلمية شائع کر رہا ہے اور ساتھ ہی پروفیسر رفیع اللہ کا مقالہ بھی شائع ہو رہا ہے جو یقیناً قاری کو امام احمد رضا کا موقف سمجھنے میں مددگار ہوگا احقر اِدارہ المدینة العلمية کو اسکی اشاعت پر دِلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

احقر

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

صدر شعبۂ ارضیات جامعہ کراچی

جنرل سیکرٹری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

7 / 09 / 2001

رسالہ

تدبیر فلاح و نجات و اصلاح

(نجات و اصلاح معاشرہ اور کامیابی کی بہترین تدبیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

مسئلہ : از کلکتہ کولوٹولہ اسٹریٹ نمبر ۶۵ مسئولہ جناب حاجی منشی لعل خان صاحب

۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۳۱ ھ

قبلہ وکعبہ حضرت مرشدی ومولائی دام ظلکم العالی [۱] تمنائے قدمبوسی کے بعد مؤدبانہ گزارش، المؤید کے پرچے برائے بملاحظہ مرسل [۲] ہیں ارشاد ہو کہ آج کل مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے اور امداد ترک کا کیا طریقہ ہو[۳]؟

الجواب

بملاحظہ مکرمی حامی سنت ماحی بدعت برادر طریقت حاجی لعل خانصاحب دام مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ المؤید☆ کے چھ پرچے آئے انہیں بالاستیعاب[۴] دیکھا گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہو مگر اس کے برعکس اس میں رنج وملال کی خبریں تھیں، بے گناہ مسلمانوں پر جو مظالم گزر رہے ہیں اور سلطنت ان کی حمایت نہیں کرسکتی صدمہ کے لئے کیا کم تھے کہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روش [۵] کا ذکر تھا جس نے میرے خیال کی تصدیق کردی۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ [۶]

بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

---

[۱] آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رہے [۲] المؤید کے پرچے آپ کے مطالعہ کے لئے ارسال کر رہا ہوں ☆ ایک اخبار کا نام [۳] ترکوں کی مدد کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے [۴] انہیں مکمل طور پر پڑھ لیا [۵] حالات کی تازہ تبدیلی کا ذکر تھا۔ یعنی ترک اپنی خلافت ختم کرچکے تھے [۶] سورۃ الرعد، آیت نمبر ۱۱، ترجمہ کنزالایمان

اللہ اکرمُ الاکرمین اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے، اصلاح قلوب واحوال فرمائے، خطاؤں سے درگزر کرے، غیب سے اپنی مدد اتارے، اسلام و مسلمین کو غلبۂ قاہرہ دے [۱] آمین الٰہ الحق آمین، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مگر بے دِلی نہ چاہیے، [۲]

لَا تَا یْئَسُوْا مِن روحِ اللّٰہ انّہ لا یایئس من رّوح اللّٰہِ اِلَّا القومُ الکٰفِرون [۳]

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

اللہ واحد قہار غالب علی کل غالب اس دین کا حافظ ناصر ہے۔

وَکان حقا علینَا نصرُ المؤمنیْن [۴]

اور ہمارے ذِمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

وَاَنتم الاعلونَ اِن کنتُم مؤمنین [۵]

تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

حضور سیّدنا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم
ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللّٰہ وھم علیٰ ذٰلک غلبا [۶]

میری اُمّت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، ان کی مخالف اور رسوائی کرنے والا ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گا حتی کہ وہ گروہ اللہ عزوجل کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔

---

[۱] اسلام اور مسلمین کو زبردست غلبہ عطا کرے [۲] مگر مایوسی نہیں ہونی چاہیے [۳] سورۃ یوسف، آیت ۸۷، ترجمہ کنز الایمان [۴] سورۃ الروم، آیت ۴۷، ترجمہ کنز الایمان [۵] سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۳۹، ترجمہ کنز الایمان [۶] صحیح البخاری کتاب المناقب مطبوعہ کراچی ۱/۵۱۳ صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاتزال امتی الخ مطبوعہ کراچی ۲/۱۴۳ سنن ابوداؤد کتاب الفتن مطبوعہ لاہور ۲/۲۲۸ [۷] آسمان سے نازل ہوں گے

یہاں امر اللہ وہ وعدہ صادقہ [1] ہے جس میں سلطان اسلام شہید ہوں گے اور روئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا تمام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی۔ اگر معاذ اللہ وہ وقت آگیا ہے جب تو کوئی چارۂ کار نہیں، شدنی ہو کر رہے گی [2] مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اس کے متصل ہی حضرات امام [3] کا ظہور ہوگا، پھر سیّدنا روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول اجلال [4] فرمائیں گے اور کفر تمام دُنیا سے کافور ہوگا [5] تمام روئے زمین پر ملّت ایک ملّتِ اسلام ہوگی اور مذہب ایک مذہب اہلسنّت۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی اِن شاء اللہ وہ وقت نہیں آیا اگر ایسا ہے تو ضرور نصرت الٰہیہ نزول فرمائے گی اور کافر ملاعنہ [6] اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے۔ بہرحال بندگی بیچارگی دعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا ربّ ہے، ہماری حالت زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے یعنی جھٹکے [7] پہنچ گئے ہیں انہیں پر: وَ زُلْـزِلُـوْا زِلْـزَالًا شَدِیْدًا [8] اور خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ کو ختم فرمادے اور الا ان نصر اللّٰہ قریب [9] سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ کی بشارت سنادے، حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

آپ پوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کے جان ومال جنّت کے عوض میں خریدے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَ اَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ

بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خریدے ہیں اس بدلے پر کہ ان کیلئے جنت ہے۔

مگر ہم میں کہ مبیع [10] دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار [11]۔ ہندی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن ومال واہل وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دُور جائیں اور میدانِ جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ مگر مال تو دے سکتے ہیں۔ اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں، وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے، یہاں وہی جلسے ہیں وہی رنگ وہی تھیٹر وہی اُمنگ

---

[1] سچا وعدہ [2] ہوئی ہو کر رہے گی [3] حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [4] آسمان سے نازل ہوں گے [5] نیست ونابود ہو جائے گا [6] تو اللہ تعالیٰ فرمائے اور لعنتی کافر ضرور اپنے انجام کو پہنچیں گے [7] یعنی جو جھٹکے صدمے اور تکالیف مسلمانوں کو پہنچ چکی ہیں ان کی وجہ سے ان جھٹکوں کو ختم فرمادے جو قیامت کے دن لگنے والے ہیں، جن سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے، خوب سختی سے جھنجھوڑیں گے، اور اس مدد کی بشارت سنادے جس سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے الا ان نصر اللّٰہ قریب سن لو بیشک اللہ کی رحمت قریب ہے۔ [8] سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۱۱، ترجمہ کنز الایمان [9] سورۃ التوبہ، آیت نمبر ۱۱۱، ترجمہ کنز الایمان [10] بکی ہوئی شئی اپنی جان ومال [11] بیچی ہوئی شئی کے عوض آنے والی رقم کے خواہش مند

وہی تماشے وہی بازیاں وہی غفلتیں وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔ ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام پر پچاس ہزار دیے، ایک عورت نے ایک چنیں وچناں جرگہ [1] کو پچاس ہزار دیے۔ ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ دیے اور یونیورسٹی کے لئے تو تیس لاکھ سے زائد جمع ہو گیا، ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لئے چھبیس ہزار کا چندہ ہوا، بمبئی میں ایک کم درجے کے شخص نے صرف ایک کوٹھری چھبیس ہزار روپے کو خریدی، فقط اس لئے کہ اس کے وسیع مکانِ سکونت سے ملحق تھی، جسے میں بھی دیکھ آیا ہوں اور مظلوم اسلام کی مدد کیلئے جو کچھ جوش دکھائے جا رہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں اور جو اصلی کارروائی ہو رہی ہے زمین کی تہ میں ہے پھر کس بات کی اُمید کی جائے، بڑی ہمدردی نکالی ہے یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو، میں اسے پسند نہیں کرتا، نہ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں۔ [2]

اوّل ﴾ تو یہ بھی کہنے ہی کے الفاظ ہیں نہ اس پر اتفاق کریں گے نہ ہرگز اس کو نبھائیں گے۔ اس عہد کے پلّے توڑنے والے جینٹلمین حضرات ہی ہوں گے جن کی گزر بغیر یورپین اشیاء کے نہیں۔ یہ تو سارا یورپ ہے، پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا، اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنے دن نباہا۔ پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا [3] اور ہو بھی تو کیا فائدہ وہ سوتر کیبوں سے اس سے دَہ گناہ [4] ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ لہٰذا ضرر رسانی کا اِرادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی [5]۔ بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت رَوِی پر قائم رہیں۔ کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں۔ اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں۔

ہاں! اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقف تھا، ویسے ہی چاہئے تھا کہ:

اوّلاً ﴾ باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے [6] یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔

ثانیاً ﴾ اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا۔ اپنی حرفت وتجارت کی ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گھڑنت [7] کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

---

[1] ایسی دیسی پنچائت یا جماعت [2] کچھ فائدہ مند محسوس کرتا ہوں [3] یعنی یورپ کو اس سے کیا نقصان [4] دس گنا [5] یعنی کمزور کو دَبایا جاتا ہے، جو جتنا کمزور ہے اتنا ہی زیادہ پٹتا ہے [6] یعنی گنتی کے چند معاملات کے علاوہ وہ معاملات، جن میں حکومت وقت کا عمل دخل نہیں، نہ ہمیں ان کی محتاجی، ان معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لیں اور انہیں منظم کر کے ملّت اسلامیہ کیلئے قابل فروغ بنائیں [7] اپنی ایجاد کردہ مصنوعات

ثالثاً بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان [۱] اپنے بھائی مسلمانوں کیلئے بنک کھولتے، سود شرع [۲] نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں [۳] جن کا بیان کتب فقہ میں مفصّل ہے [۴] اور اسکا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب **کفل الفقیہ الفاھم** میں چھپ چکا ہے۔ ☆ ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور انکے بھائیوں کی بھی حاجت بَر آتی اور آئے دِن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر ہوئی چلی

---

[۱] مالدار مسلمان [۲] یعنی شریعت مطہرہ [۳] اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **کفل الفقیہ الفاھم** میں جو منافع حاصل کرنے کے جائز طریقے ذکر فرمائے ان میں کچھ یہ ہیں:۔ (۱) ایک شخص کے دوسرے پر دس روپے آتے تھے اس نے یہ چاہا تیرہ کرلوں ایک مدت تک علما نے فرمایا کہ وہ مدیون (یعنی قرض دینے والے) سے ان دس کے عوض کوئی چیز خریدے اور اس پر قبضہ کرے پھر وہی چیز اس مدیون کے ہاتھ سال کے وعدہ پر اس کو بیچ ڈالے اس کا مثل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح کرنے کا حکم ارشاد فرمایا (قاضی خان جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ نول کشور لکھنو) اور اسی طرح بحرالرائق نے بحوالہ فتویٰ نوازل امام فقیہ ابولیث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی کیا ہے۔ اس طرح کے حیلے کو حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے بیع عینہ کے نام سے موسوم کیا ہے اور حضرت ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے اس کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ اس پر ثواب بھی ارشاد فرمایا کیونکہ یہ سود سے بچنے کا طریقہ ہے۔ سیّدی امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید ارشاد فرماتے ہیں، 'ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضامندی ہو جائے اس کا بیچنا جائز ہے۔ مزید ارشاد فرمایا، 'ایک روپیہ ایک اشرفی کو بلکہ ہزار اشرفیوں کو بیچنا جائز ہے فلہٰذا اگر مسلمان اپنے بینک قائم کریں اور اپنے شرکاء کو سیّدی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے بتائے ہوئے حیلے کے مطابق منافع دینا چاہیں تو جائز ہے۔ پس مسلم بینک (Islamic Bank) کے ذریعے (Saving Account) اور (Fixed Deposit) پر نفع دیا جاسکتا ہے [۴] فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے درج ہے

☆ جب نوٹ کا رواج نیا تھا تو مسلمان اس نوٹ پر شرعی حیثیت جاننا چاہتے تھے اس سلسلہ میں لوگوں نے علماء کرام سے سوالات کئے لیکن کوئی بھی اس کا جواب نہ دے سکا حتیٰ کہ مکۃ المکرمہ میں احناف کے مفتی اعظم علامہ الشیخ جمال ابن عبداللہ نے اس کے جزیہ کا کما حقہ حکم شرح بیان کرنے سے اپنا عذر ان الفاظ میں ظاہر کیا **العلم امانة فی اعناق العلماء** ، ترجمہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے مجھے اس کے جزیہ کا خاص پتہ نہیں چلتا کہ کیا حکم دوں۔ لیکن قربان جائیں سیّدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن پر آپ نے رسالہ **کفل الفقیہ الفاھم** لکھ کر رہتی دُنیا کے مسلمانوں پر احسان فرمادیا آپ نے یہ رسالہ مکہ مکرمہ کے جید علماء جن میں الشیخ عبداللہ مرداد اور الشیخ علامہ محمد احمد جاوی علیہا الرحمۃ کے 12 سوالات پر مشتمل استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا سیّدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۳۲۳ھ میں دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کرنے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے جب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا اور علماء اسلام کے سامنے پیش فرمایا تو پوری دنیائے اسلام کے علماء عش عش کر اُٹھے اور فقہاء زمانہ آپ کی جلالت علمی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔ ۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ **کفل الفقیہ الفاھم** کے مبیضہ کی تصحیح کے لئے کتب خانہ حرم میں گئے تھے جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ **لوباع کاغذة بالف یجوز و لایکرہ** ، ترجمہ اگر کسی نے اپنا کاغذ ہزار روپے میں بیچا تو بلا کراہت جائز ہے۔ یہ پڑھتے ہی بھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہنے لگے **این جمال ابن عبداللہ من ھذا النص الصریح** یعنی جمال بن عبداللہ اس صریح نص سے کہاں غافل رہ گیا یہ ہے **کفل الفقیہ الفاھم** کا مختصر تعارف کہ وہ علم کا بحرِ ذخار ہے۔ نوٹ: تدبیر فلاح کی طرح **کفل الفقیہ الفاھم** بھی امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک گراں قدر تصنیف ہے =

جاتی ہیں [1] ان سے بھی محفوظ رہتے۔ اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے چنگے (خوشحال)۔

رابعاً ﴿ سب زیادہ اہم سب کی جان، سب کی اصلِ اعظم، وہ دین متین تھا جس کی رسّی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ [2] پر پہنچایا، چاردانگِ عالم [3] میں ان کی ہیبت کا سکّہ بٹھایا، نانِ شبینہ کے محتاجوں [4] کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہِ ذلت [5] میں گرایا "فانّ للّٰہ و انّا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الاّ باللّٰہ العلی العظیم"

علم دین کے دامن سے وابستہ ہے۔ علم دین سیکھنا پھر اس پر عمل کرنا، اپنی دونوں جہان کی زندگی چاہتے، وہ انہیں بتا دیتا، اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزل [6] ہے۔ جسے عزّت جانتے ہو اشد ذلت ہے [7]۔ مسلمان اگر یہ چار باتیں اختیار کرلیں تو اِن شاء اللہ العزیز، آج ان کی حالت سنبھل جاتی ہے۔ آپ کے سوال کا جواب تو یہ ہے، مگر یہ تو فرمائیے کہ سوال وجواب سے حاصل کیا؟ جب کوئی اس پر عمل کرنے والا نہ ہو، عمل کی حالت ملاحظہ ہو:

اوّل ﴿ پر یہ عمل کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں اور کچہری جا کر اگرچہ گھر کی بھی جائے ٹھنڈے دِل سے پسند گرہ گرہ [8] بھر زمین پر طرفین سے دودو ہزار بگڑ جاتے ہیں، کیا ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں۔

فہل انتم منتہون تو کیا تم باز آئے۔ (کنزالایمان)

دوم ﴿ کی یہ کیفیت کہ اوّل تو خاندانی لوگ حرفت وتجارت کو عیب سمجھتے ہیں اور ذِلت کی نوکریاں کرنے، ٹھوکریں کھانے، حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کو فخر وعزّت۔ اور جو تجارت کریں بھی تو خریداروں کو اتنا حس [9] نہیں کہ اپنی قوم سے خریدیں۔ اگرچہ پیسہ زائد سہی کہ نفع ہے تو اپنے ہی بھائی کا ہے۔ اہل یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگرچہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں [10] بھی ہو ہرگز نہ لیں گے اور ولایتی گراں [11] خرید لیں گے اِدھر بیچنے والوں کو یہ حالت کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے، مسلمان صاحب چونی سے کم پر راضی نہیں اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہلکا بلکہ خراب۔ ہندو تجارت کے اصول

= جسے المدینۃ العلمیۃ اِن شاء اللہ عنقریب تسہیل وترجمے کے ساتھ شائع کرے گا [1] یعنی مسلمانوں کی جائیدادوں پر سود خور ہندو بنیئے قابض ہوجاتے [2] بلند مراتب [3] دُنیا میں ہر طرف، ساری دنیا میں [4] یعنی فاقہ کشوں اور بھوک سے نڈھال لوگوں کو [5] ذِلت کے گڑھے میں [6] بہت پستی ہے [7] شدید ترین ذلت ہے [8] یعنی زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے [9] احساس [10] سستا [11] مہنگا

جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلماں صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کرلیں۔ ناچار خریدنے والے مجبور ہوکر ہندو سے خریدتے ہیں۔ کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو۔

فھل انتم منتھون تو کیا تم باز آئے۔ (کنزالایمان)

سوم﴾ کی یہ حالت کہ اکثر اُمراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے۔ ناچ رنگ وغیرہ بے حیائی یا بے ہودگی کے کاموں میں ہزاروں لاکھوں اُڑادیں وہ ناموری ہے [1] ریاست اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف [2] رقم دینا ناگوار اور جنہوں نے بنیوں سے سیکھ کرلین دین شروع کیا وہ جائز نفع کی طرف توجہ کیوں کریں؟ دِین سے کیا کام؟ اللہ و رسول کے احکام سے کیا غرض؟ ختنہ نے انہیں مسلمان کیا اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی، اس سے زائد کی کیا ضرورت ہے؟ نہ انہیں مرنا ہے، نہ اللہ وحدہٗ قہار کے حضور جانا ہے، نہ اعمال کا حساب دینا پھر سود بھی لیں تو بنیا [3] اگر بارہ آنے مانگے تو ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہ ہوں، ناچار حاجتمند وں بنیوں کے ہتھے چڑھتے ہیں اور جائدادیں ان کی نذر کر بیٹھتے ہیں۔

چہارم﴾ کا حال ناگفتہ بہ ہے کہ اکثر پاس کو رزّاق مطلق [4] سمجھا ہے وہاں نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے، نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے، اپنی ابتدائی عمر کہ وہی تعلیم کا زمانہ ہے، یوں گنوائی، اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے۔

تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لپٹے چلے جاتے ہیں اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کیے جاتے ہیں۔ پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا [5] تو اب نوکری کا پتا نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی [6] اور رفتہ رفتہ دنیوی عزت کی بھی پائی تو وہ کہ عندالشرح [7] ہزار ذلت کہیے پھر علم دین سیکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک و بد میں تمیز کرنے کا کون سا وقت آئے گا۔ لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عین مضحکہ [8] سمجھتے ہیں۔ اپنے باپ داد کو جنگلی، وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق، بیہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں۔ بفرضِ غلط اگر یہ ترقی بھی ہوئی تو نہ ہونے سے کروڑ درجے بدتر ہوئی۔ کیا تم علمِ دین کی برکتیں ترک کروگے۔

فھل انتم منتھون تو کیا تم باز آئے۔ (کنزالایمان)

---

[1] یعنی وہ تو نام و نمود کا سبب ہے [2] تھوڑی [3] یعنی سود خور ہندو بیوپاری [4] سب کچھ دینے والا [5] یعنی اگر پاس ہوا بھی [6] یعنی جس میں بڑی ذلت و خواری ہو [7] یعنی شریعت مطہرہ میں وہ کام ناجائز و ممنوع و حرام ہے [8] ہنسی مذاق

یہ وجوہ ہیں، یہ اسباب، مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قائم رکھنا حماقت نہیں تو کیا ہے؟ اس نے تمہیں ذلیل کر دیا، اس نے غیر قوموں کو تم پر ہنسوایا، اس نے جو کچھ کیا وہ اسنے اور آنکھوں کے اندھے اب تک اِس اَوندھی ترقی کا رونا روئے جاتے ہیں۔ ہائے قوم وائے قوم، یعنی ہم تو اسلام کی رسی گردن سے نکال کر آزاد ہو گئے تو کیوں قلی بنے ہوئے ہو حالانکہ حقیقۃً یہ آزادی ہی سخت ذِلّت کی قید ہے جس کی زِندگی مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

اہل الرائے [1] ان وجوہ پر نظر فرمائیں۔ اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر وقصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کردیں۔ پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کئے کیا ہوتا ہے۔ ہر ایک یونہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کرے گا، بلکہ ہر شخص یہی تصوّر کرے کہ مجھی کو کرنا ہے۔ یوں اِن شاء اللہ تعالیٰ سب کرلیں گے۔ چند جگہ اسے جاری تو کیجئے، پھر خربوزہ دیکھ کر خربوزہ کا رنگ پکڑتا ہے۔ خدا نے چاہا تو عام بھی ہو جائے گا۔ اُس وقت آپ کو اِس کی برکات نظر آئیں گی۔ وہی آیہ کریمہ کہ ابتدائے سخن میں تلاوت ہوئی ان اللّٰہ لا یغیر (الآیۃ) جس طرح برے رویہ کی طرف اپنی حالت بدلنے پر تازیانہ [2] ہے یوں ہی نیک روش کی طرف تبدیلی پر بشارت ہے کہ اپنے کرتب چھوڑو گے تو ہم تمہاری اس ردی حالت [3] کو بدل دیں گے، ذِلّت کے بدلے عزّت دیں گے۔ اے ربّ ہمارے! ہماری آنکھیں کھول اور اپنے پسندیدہ راستے پر چلا، صدقہ رسولوں کے سورج مدینے کے چاند کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وکرم آمین۔

خیر! یہ مرتبہ تو عمر بھر کا ہے۔ مسلمان ان چار باتوں میں سے ایک کو بھی اختیار کرتے نہیں معلوم ہوتے۔ مگر ضرورت امداد ترک [4] کی نسبت کہئے، مرثیے ہزاروں پڑھے گئے۔ مگر سوائے بعض غرباء کے، امراء ورؤسا بلکہ دنیا بھر کے والیانِ ملک نے بھی کوئی قابل قدر حصہ نہ لیا۔ وہ جو فوجی مدد دے سکتے تھے، وہ جو لاکھوں پونڈ بھیج سکتے تھے، وہ ہیں اور بے پروائی، گویا انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ انہیں جانے دیجئے، وہ جانیں اور ان کی مصلحت، آپ بیتی کہئے، کتنا چندہ ہوا ہے، جس پر ہمدردیٔ اسلام کا دعویٰ ہے، وہ مصارفِ جنگ [5] کچھ ایسے ہلکے ہیں؟ جتنا چندہ جا چکا ہے، ایک دن کی لڑائی میں اس سے زِیادہ اُڑ جاتا ہے۔ اب بھی اگر تمام ہندوستان کے جملہ مسلمان امیر، فقیر، غریب، رئیس اپنے سچے ایمان سے ہر شخص اپنے ایک مہینہ کی آمدنی دے دے، تو گیارہ مہینہ کی آمدنی میں بارہ مہینے گزر کرلینا کچھ دشوار نہ ہو اور اللہ عزوجل چاہے تو لاکھوں پونڈ جمع ہو جائیں۔ یونیورسٹی کیلئے غریبوں کے

---

[1] یعنی زمانے کے اہل نظر وصاحب بصیرت لوگ [2] الٹیمیٹم (Ultimatum) تنبیہ [3] یعنی خراب حالت [4] یعنی ترکی مسلمانوں کی مدد
[5] یعنی جنگ کے اخراجات بہت زیادہ ہیں، جن کی ہمیں تاب نہیں

پیٹ کاٹ کر تیس لاکھ سے زیادہ جوڑ لیا اور اس پر سود مل رہا ہے کہ اس کی مقدار بھی چالیس ہزار سے زائد ہو چکی ہے اور وہ بنی بھی نہیں۔ یہ روپے تو گھر سے دیئے نہیں، اسی کو اللہ واحد قہار کی راہ میں بھیج دیجئے۔ اسلام باقی ہے تو یونیورسٹی نہ بننا ضرر نہ دے گا اور اسلام نہ رہا تو یونیورسٹی کیا بخشوالے گی۔ بلکہ ہم کہہ دیتے ہیں کہ وہ اُس وقت ہرگز ہرگز بن بھی نہ سکے گی اس وقت جو گت ہوگی [۱] اس کا بیان پیش از وقت ہے اور بالفرض تنگ دِل اور بخیل ہاتھ، پَرایا مال بھی یوں دینے کو نہ ہو تو یہ تمام وکمال روپے سلطنتِ اسلام کو بقائے اسلام کے لئے بطور قرضِ حسن ہی دیجئے اور زیادہ کیا کہوں،

وَ حسبنا اللّٰہ و نعمَ الوکِیل ولا حول ولا قوۃ اِلّا باللّٰہ العلی العظیم،

و اللّٰہ تعالیٰ اَعْلم و عِلمُہ جلّ مجدہ اَتم و اَحکمُ [۲]

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
کتبہ
عفی عنہ بمحمد النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مہر دارالافتاء مدرسہ اہلسنّت و جماعت بریلی:

تصحیح کردہ اعجاز الرضوی

از کاظمی مقیم دربار داتا صاحب

صحح الجواب و اللّٰہ تعالیٰ اعلم:

الجواب صحیح:

محمد رضا خان قادری عفی عنہ

فقیر حسین احمد العاشقی النھوا ری عفی عنہ المولی القوی

تمت بعونہ و رضانہ

الفقیر الرضوی

شیخ محمد عاصم العطاری ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

---

[۱] حالت ہوگی یعنی بری حالت ہوگی [۲] اور ہم کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے کوئی اختیار و قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا اور اس کا علم بزرگی والا سب سے مکمل اور مضبوط ہے۔

فاضل بریلوی کے معاشی نکات کی تشریح

از۔ پروفیسر ڈاکٹر رفیع اللہ صدیقی

۱۔ ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہورہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔

۲۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بینک کھولیں۔

۳۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

۴۔ علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

امام اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے یہ چار معاشی نکات لکھے جاچکے ہیں ذیل میں ہم 'ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی' کے شمارے معارف رضا ۱۹۹۳ / ۱٤۱٤ھ میں چھپنے والا مضمون خلاصۃً پیش کررہے ہیں جسے ماہر معاشیات پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی صاحب چیئرمین بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن حیدرآباد نے تحریر فرمایا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا   مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

بلاشبہ مومن کے اشارے میں اور مومن بھی کیسا مومن کہ جس کی ہر سانس عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معطر تھی ان اشاروں میں جہاں معنی پوشیدہ ہے اس سے پہلے کہ کسی نکتہ پر بحث کروں، بطور تمہید کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں جب کہ یہ نکات کلکتہ شائع ہوئے برصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا، دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک مثلاً انگلینڈ، امریکہ، فرانس اور جرمنی وغیرہ میں دانشوروں کا ایک مخصوص حلقہ اس علم کے اکتساب کی طرف مائل تھا، معاشیات پر باقاعدہ کتابیں لکھی جاچکی تھیں اور لکھی جارہی تھیں لیکن عوام کی توجہ اور دلچسپی اس مضمون کی متعلق بہت کم تھی۔ طلباء اس مضمون کو خشک سمجھ کر اس سے گریز کرتے تھے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد اور خاص طور پر ۱۹۲۹ء۔ ۱۹۳۰ء کی عظیم عالمی سرد بازاری کے بعد معاشیات کی اہمیت میں جس تیزی سے اضافہ ہوا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ امریکہ میں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں معاشیات کے طلباء کی تعداد بہت کم تھی۔ خواتین خصوصاً یہ مضمون پڑھنے سے کتراتی تھیں۔ لیکن ۱۹٤۰ء اور اس کے بعد حالات یک لخت بدل گئے اور معاشیات کے طلباء کی تعداد میں بے اندازہ اضافہ ہوا، اور اب تو امریکی ماہرین تعلیم اس بات پر غور کررہے ہیں کہ پرائمری سطح ہی سے طلباء کو معاشیات کی تعلیم دی جائے۔

بہرحال یہ امر واقع ہے کہ علم اقتصادیات میں عوام اور حکومتوں کی دلچسپی کا آغاز ۱۹۲۹ء۔ ۱۹۳۰ء کی عالمی سرد بازاری کی وجہ سے ہوا۔ کساد بازاری کو قابو میں لانے کیلئے کلاسیکی نظریات موجود تھے لیکن اس عظیم عالمی کساد بازاری نے ان نظریات کو باطل کردیا اور اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ ایک ایسے نئے نظریہ کی ضرورت ہے جو اس کساد بازاری پر قابو پانے میں مدد دے سکے بالآخر ۱۹۳۶ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے ایم کینز J.M.Keynes نے اپنا مشہور زمانہ 'نظریہ روزگار و آمدنی' پیش کیا جو اقتصادیات کے میدان میں ایک انقلاب کا سبب بنا، اس انقلابی نظریہ نے حکومتوں کو اس قابل کردیا کہ وہ اس عالمی سرد بازاری پر مکمل قابو پالیں کینز کو ان کی خدمات کے صلہ میں تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا جو کسی بھی انگریز کے لئے اعلیٰ ترین خطاب ہے اور باعث افتخار۔

اس تمہید سے میری غرض صرف اتنی ہے کہ ناظرین یہ ذہن نشین کرلیں کہ جدید اقتصادی نظریات کی ابتداء ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہوئی اور یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہِ مردِ مؤمن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں دکھادی تھی۔ اگر ۱۹۱۲ء سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کے نکات پر غور وفکر کیا جاتا اور صاحب حیثیت مسلمان ہند اس پر عمل کرتے تو ہندوستانی مسلمانوں کی حیثیت معاشی اعتبار سے انتہائی مستحکم ہوتی۔

آیئے اب ان نکات پر الگ الگ بحث کی جائے جیسا کہ عرض کیا گیا مولانا بریلوی کے ان نکات کی تعداد چار ہے جس میں سے تین کا تعلق میرے نزدیک جدید اقتصادیات کی روح سے ہے اور چوتھا علم دین کی ترویج واشاعت سے متعلق ہے۔

پہلا نکتہ

ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہورہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔

اس نکتے میں اہم بات 'پس اندازی' ہے فضول خرچی کی مذمت ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی کردی تھی جدید ماہرین اقتصادیات فضول خرچی کی بے حد مذمت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک غیر پیداواری کاموں پر کئے جانے والے اخراجات قطعاً غیر پیداواری حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر برصغیر کے مسلمانوں کی بیسویں صدی عیسوی میں پاکستان بننے سے پہلے تک کی اقتصادی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے باہمی مقدمہ بازیوں پر کروڑوں روپے ضائع کئے یوپی میں تقسیم ہند سے پہلے مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کے مقابلہ میں ۱۴ فیصد تھی لیکن اقلیت ہونے کے باوجود ایک باعزت اور پروقار زندگی گزار رہے تھے۔ مسلمانوں کی اقتصادیات اور ان کی خوشحالی کا انحصار زمینداری پر تھا۔ یوپی میں مسلم نوابین، راجاؤں اور زمینداروں کی کمی نہ تھی زمیندار اس صوبے میں وہ افراد ہوتے تھے جو کم از کم ایک گاؤں کے مالک ہوتے۔ لیکن میں اپنے ذاتی

مشاہدہ کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ حضرات مقدمہ بازیوں میں پھنسے رہتے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے مقدمہ بازی ان صاحبان کا دلچسپ ترین مشغلہ ہے میرے ایک قریبی عزیز جو زمیندار تھے، بارہ برس سے مسلسل ہمارے گھر آتے رہتے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اپنے ہم زلف سے مقدمہ بازی کے سلسلے میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کے وزیر داخلہ ولبھ بھائی پٹیل نے یوپی کے مسلمانوں کی معیشت پر زمینداری کا خاتمہ کر کے بھرپور وار کیا اور مسلمانوں کی اقتصادیات کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی۔ فاضل بریلوی کے پہلے نکتے سے اس بات کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ وہ مقدمہ بازی پر کئے جانے والے اخراجات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے پہلی بات تو یہ کہ اس طرح مسلمان آپس میں مخالفت پر تلے رہتے تھے دوسری اور اہم بات یہ تھی کہ یہ کروڑوں روپیہ جو مقدمہ بازی کی نذر ہورہا تھا کاش کہ اگر بچایا جاسکتا تو مسلمانوں کے کس قدر کام آتا۔ یہ اخراجات قطعاً غیر ضروری تھے۔ اگر مفاہمت اور سمجھ بوجھ سے کام لیا جاتا تو اکثر و بیشتر مقدمات کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی اور معاملات باہمی صلاح و مشورے سے طے ہوجاتے اور مسلمانوں کا سرمایہ غیروں کی تقویت کا باعث نہ بنتا۔

فاضل بریلوی نے ۱۹۱۲ء میں پس اندازی کی ہدایت فرمائی تھی کیونکہ انہیں احساس تھا کہ مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی دُور کرنے کا یہی بہترین علاج ہے کہ وہ غیر ضروری اخراجات یکسر ختم کردیں اور اس طرح جو کچھ پس انداز ہو وہ اپنی فلاح و بہبود پر صَرف کریں۔ ۱۹۳۶ء میں کینز نے اپنا نظریہ 'روزگار و آمدنی' پیش کر کے جدید اقتصادیات کی بنیاد مضبوط کی۔ اس کے نظریہ کی اہم تین 'مساوات' میں بچت اور سرمایہ کاری سب سے اہم متغیرات Variables ہیں اس کے نزدیک معیشت میں اقتصادی توازن کے لئے یہ شرط ہے کہ بچت = سرمایہ کاری Saving = Investment جب تک یہ شرط پوری ہوتی رہے گی سرمایہ دارانہ معیشت میں توازن برقرار رہے گا۔ لیکن جہاں ان دونوں میں عدم مساوات پیدا ہوئی معیشت کا توازن بگڑ جائے گا، یا تو معاشرہ کساد بازاری کا شکار ہوجائے گا یا افراط زر کا دونوں ہی صورتیں سماجی، سیاسی اور اقتصادی نقطہ نظر سے خطرناک ہے لہٰذا کوشش اس بات کی ضرورت ہے کہ بچت اور سرمایہ کاری میں توازن برقرار رہے۔ فرد یا افراد کے لئے یہ توازن لانا بے حد مشکل ہے لہٰذا کینز نے حکومت کو مشورہ دیا کہ وہ معاشی افعال میں بھرپور حصہ لیں۔ اب تک ماہرین معاشیات حکومتوں کو چند ضروری شعبوں (مثلاً دفاع، پولیس، صحت، تعلیم اور رسل و رسائل وغیرہ) میں حصہ لینے کے علاوہ باقی شعبوں سے دُور رہنے کی تجاویز دیتے تھے تاکہ معاشرہ میں فرد کی اقتصادی آزادی متاثر نہ ہو۔ حکومتیں اس پر عمل بھی کرتی تھیں لیکن ۱۹۲۹ء۔ ۱۹۳۰ء کی عالمی کساد بازاری نے قدیم ماہرین معاشیات کے اس نظریہ کو غلط ثابت کردیا۔ ادھر کینز کے مشورہ پر عمل کیا گیا، حکومتوں نے معیشت کے ہر شعبے میں بھرپور حصہ لیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کو کساد بازاری سے نجات مل گئی اور کینز کو انگلینڈ کا اعلیٰ ترین اعزاز ملا۔

موجودہ دور، اقتصادی منصوبہ بندی کا دور ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک ملک کی خوشحالی میں اضافہ کے باقاعدہ منصوبے بناتے ہیں ان منصوبوں کی معیاد عموماً پانچ سال ہوتی ہے انقلاب روس کے بعد کمیونسٹ ماہرین اقتصادیات نے روس کی معاشی ترقی کیلئے پنج سالہ ترقیاتی منصوبوں کا آغاز کیا۔ آج پسماندہ ممالک بھی اقتصادی ترقی کی دوڑ میں شامل ہوچکے ہیں روس کے بعد بیشتر ترقی پذیر ممالک میں پنجسالہ ترقیاتی منصوبوں کو مقبولیت بخشی ہے اور ان ممالک میں اقتصادیات کے ماہرین ملکی وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندیوں میں مشغول ہیں۔ جہاں اقتصادی منصوبہ بندی میں دیگر اور باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے وہاں ماہرین اس بات کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں کہ منصوبوں کی تکمیل کیلئے کن ذرائع سے رقم حاصل کی جاسکتی ہے۔ منصوبوں کے لئے رقم دو ذرائع سے حاصل ہوتی ہے:۔ (۱) ملکی بچت (۲) قرضے۔

ملک میں اگر بچت کی شرح اونچی ہے تو ملکی ذرائع ہی سے منصوبوں پر عمل شروع ہوجاتا ہے لیکن بچت کی شرح کم ہونے کی صورت میں حکومت کو غیر ملکی قرضوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ منصوبہ بندی کی تکمیل کیلئے ایک تیسرا طریقہ بھی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ حسب ضرورت ملک کا مرکزی بینک نوٹ چھاپ چھاپ کر حکومت کے حوالے کرتا رہے لیکن یہ طریقہ ارزاں ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد خطرناک بھی ہے اور اس سے ملک میں افراط زر آجاتا ہے اور اگر افراط زر پر حکومت جلد قابو نہ پاسکے تو پھر اس کے نتائج انتہائی سنگین ہوتے ہیں اور معیشت تباہ ہوجاتی ہے۔

لہٰذا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ملک میں بچتوں کی ہمت افزائی کی جائے اور لوگوں کو بچت کرنے پر مجبور کیا جائے۔ پسماندہ ممالک میں بچت کی شرح بہت کم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں بچت کی اہلیت بہت کم ہے کیونکہ ان کی آمدنیاں بے حد قلیل ہیں اگر افراد کی آمدنیوں میں تھوڑا بہت اضافہ ہوتا بھی ہے افراد اسے اشیائے صرف پر خرچ کردیتے ہیں ماہرین نے اندازہ لگایا ہے کہ بیشتر ترقی پذیر ممالک میں سرمایہ کاری کی شرح ۵ فیصد سے ۸ فیصد ہے جب کہ ترقی یافتہ ممالک میں یہ شرح ۱۵ فیصد سے ۱۸ فیصد ہے یعنی ترقی پذیر ممالک اپنی قومی آمدنی کا صرف ۵ سے ۸ فیصد حصہ سرمایہ کاری کے لئے خرچ کرتے ہیں جب کہ اقتصادی ترقی کا تقاضا ہے کہ قومی آمدنی کا کم از کم ۱۵ فیصد سرمایہ کاری کے لئے وقف کردیا جاتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ کینز کی مشہور زمانہ مساوات (Equation) کے مطابق بچت = سرمایہ کاری اگر بچتیں زیادہ ہیں تو سرمایہ کاری زیادہ ہوگی لیکن بچتیں اگر کم ہیں تو اقتصادی ترقی کی رفتار بے حد سست ہوگی۔ ۱۹۵۰ء میں ایک امریکی ماہر اقتصادیات کولن کلارک Collin Clark نے بھارت، چین اور پاکستان کیلئے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ان ممالک کی اقتصادی ترقی کیلئے یہ ضروری ہے کہ یہاں کے افراد کم از کم قومی آمدنی کا ۱۲ فیصد پس انداز کریں اور اسے سرمایہ کاری میں لگائیں۔ لہٰذا آج کل ہر ملک میں خواہ وہ پسماندہ ہو یا ترقی یافتہ، بچت میں اضافے کیلئے مختلف اسکیموں پر عمل کیا جاتا ہے۔

خود پاکستان میں ہماری حکومت نے ایسی بہت سی اسکیمیں رائج کر رکھی ہیں جن سے چھوٹی چھوٹی بچتوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے یہ سب کچھ اس لئے کہ ملک کے ترقیات منصوبوں کیلئے ہمیں رقم کی ضرورت ہے اور اس رقم کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ ملکی بچت کا ذریعہ ہے۔

اب اہل دِل اور اہل نظر ذرا اس ماحول کو ذہن میں رکھیں جب کہ ۱۹۱۲ء میں مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں کو اس بات پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی کہ وہ غیر ضروری اخراجات سے پرہیز کریں اور زیادہ سے زیادہ پس انداز کریں اور آج کے ماحول پر نظر ڈالیں۔ جب کہ حکومتیں اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ عوام زیادہ سے زیادہ بچت کریں۔ کیا آپ اب بھی قائل نہ ہوں گے مولانا کی دور اندیشی کے! ...... کیا اب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا کہ مولانا کی دوررس نگاہیں مستقبل کو کتنا صاف دیکھ رہی تھیں! کینز کو اس کی خدمات کے صلے میں اعلیٰ ترین خطاب مل سکتا ہے اس بناء پر کہ اس نے وہ چیز دریافت کر لی تھی جسے چوبیس سال قبل مولانا احمد رضا خان بریلوی شائع کروا چکے تھے۔ لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے اس طرف ذرّہ برابر توجہ نہ دی۔

﴿۲﴾ آپ آیئے دوسرے نکتے کی طرف، مولانا نے فرمایا۔

دوسرا نکتہ

بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بینک کھولیں۔

یہ نکتہ معاشی نقطہ نظر سے اس قدر اہم ہے کہ ہمیں مولانا احمد رضا خان کی اقتصادی سمجھ بوجھ کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے صرف چند بڑے بڑے شہروں میں بینک قائم تھے۔ جن کی ملکیت انگریزوں یا ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی۔ برصغیر میں ۱۹۴۰ء تک کوئی مسلم بینک موجود نہ تھا۔ ۱۹۱۲ء میں بینک اور بینکوں کی اہمیّت کا اندازہ لگا لینا کوئی آسان بات نہ تھی لیکن مولانا کی نگاہوں سے معاشیات کے مستقبل کے اس اہم اِدارے کی اہمیت پوشیدہ نہ رہ سکی اور انہوں نے مال دار مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کے لئے بینک قائم کریں۔ سود کی بے پناہ مضرت رسانیوں کے متعلق مولانا احمد رضا خان نے اپنی دیگر کتابوں میں تفصیل سے ذِکر کیا ہے لہٰذا یہ امر یہاں واضح ہے کہ مولانا احمد رضا خان کی مراد ایسا بینک کاری نظام تھا جو غیر سودی بنیادوں پر استوار ہو۔ جدید اقتصادی ڈھانچے میں بینک بے حد اہم کردار ادا کرتے ہیں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ایک مستحکم بینکنگ نظام ملکی معیشت کو تازہ صحت مند خون فراہم کرتا ہے۔ بینک وہ ادارے ہیں جو لوگوں کی بچتوں کو پیداواری کاموں میں لگانے کا ذریعہ ہیں۔ آج کا معاشی نظام بغیر بینکنگ کے عضو معطل ہو کر رہ جائے گا۔ اسی وجہ سے موجودہ اقتصادی نظام کو ایک Compound Interest System کہا جاتا ہے یعنی ایک ایسا نظام جس کی بنیاد سود مرکب پر ہے۔ ایسے نظام کی بینکوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اقتصادی منصوبہ بندی میں سرمایہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے کوئی بھی اقتصادی منصوبہ خواہ وہ کتنا ہی بڑا یا کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو بغیر سرمائے کے تکمیل کے مراحل طے نہیں کرسکتا۔ اقتصادی ترقیاتی منصوبوں میں بینکوں کے سپرد یہ اہم کام ہوتا ہے کہ وہ سرمایہ کی قلت کو دُور کریں اور بچت اور سرمایہ کاری کی ہمت افزائی کریں۔ ایک مضبوط بینکنگ نظام چھوٹی چھوٹی بچتوں کو اس طرح یکجا کرکے کام میں لاتا ہے کہ اس کے ذریعے بڑے بڑے اقتصادی منصوبے پایہ تکمیل کو جا پہنچتے ہیں۔

اس طرح بینک دو اہم فرائض انجام دیتے ہیں۔

(۱) وہ لوگوں کی چھوٹی یا بڑی رقمیں جمع کرتے ہیں، اور

(۲) ان رقموں کو ایسے افراد کو قرض دے دیتے ہیں کہ جو انہیں پیداواری کاموں پر صرف کرسکیں۔ پیداواری کاموں سے مراد ان کاموں سے ہے جن کا نتیجہ ایسی اشیاء خدمات کی پیدائش میں ہوتا ہے جو مستقبل کی پیدائش دولت میں ممدومعاون ثابت ہوتے ہیں۔

تو گویا بینکوں کی اہمیت موجود معاشرہ میں مسلم ہے۔ قائداعظم انتہائی دوراندیش اور مدبر سیاستدان تھے قیام پاکستان قبل یہ بات ان پر روزِ روشن کی طرح عیاں تھی کہ پاکستان کی اقتصادی ترقی کیلئے ایک مضبوط بینک کی سخت ضرورت ہے جو مسلمانوں کی ملکیت ہو۔ لہٰذا انہوں نے اس بات پر بے حد اصرار کیا کہ مسلمانانِ ہند کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا بینک فوری طور پر قائم کیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد دس کروڑ ہے لیکن اس کے باوجود صرف ایک بینک (حبیب بینک) مسلمانوں کا ہے جب کہ ملک میں سینکڑوں بینک سرگرم عمل ہیں جن کی ملکیت غیر مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ قائداعظم کے مسلسل اصرار سے متاثر ہوکر مرحوم سر آدم جی داؤد اور مرزا احمد اصفہانی نے جن کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے سرمایہ داروں میں ہوتا تھا۔ ۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو کلکتہ میں مسلم کمرشل بینک قائم کیا۔ تقسیم ہند کے بعد اس بینک کے دفاتر پاکستان منتقل کردیے گئے اور بہت جلد اس بینک نے اپنی شاخیں پاکستان کے اہم شہروں میں قائم کردیں اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان کی معاشی سرگرمیوں میں یہ بینک انتہائی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

جدید ماہرین اقتصادیات نے پس اندازی کی دو قسمیں بتائیں ہیں:۔

﴿۱﴾ بچت (Saving) اور، ﴿۲﴾ زر کی ذخیرہ اندوزی (Hoarding)

اگر ایک فرد کی ماہانہ آمدنی سو روپے ہے جس میں سے وہ اَسّی روپے اپنی ضروریاتِ زندگی پر خرچ کرتا ہے تو اس کی ماہانہ بچت بیس روپے ہوگی۔ یہی حال قوموں کا ہے اگر قومی آمدنی قومی اخراجات کے مقابلے میں زیادہ ہے تو نتیجہ قومی بچت کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

اس بچائی ہوئی رقم کو افراد بینکوں میں جمع کراسکتے ہیں، یا بچت کی کسی اسکیم میں لگاسکتے ہیں یہ صورت حال بچت کہلاتی ہے لیکن اگر لوگ بچائی ہوئی رقم کو اپنے پاس ہی رکھیں تو یہ صورت Hoarding کہلائے گی بچت کا تصور ذخیرہ اندوزی کے تصور سے اس لئے مختلف ہے کہ مواخرالذکر تصور خالص نفسیاتی ہے جس میں فرد کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ دولت زر کی شکل میں جمع کرے اور اسے اپنے پاس ہی محفوظ رکھے۔

جب تک لوگ اپنی بچت بینکوں میں جمع کرائیں گے یا کسی بچت کی اسکیم میں لگائیں گے اسوقت معیشت میں توازن برقرار رہے گا۔ لیکن جس وقت لوگوں میں زر کو ذخیرہ کرنے کی خواہش بڑھ جائے گی تو معیشت عدم توازن کا شکار ہوجائے گی کیونکہ کینز کی مساوات: بچت = سرمایہ کاری، غیر متوازن ہوگی۔ ایسی صورت میں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ معیشت میں یا تو افراط زر پیدا ہوجائے گا یا کساد بازاری پھیل جائیگی اور ہزاروں افراد بے روزگار ملکی وسائل بے اثر ہوجائیں گے جس سے معاشرہ میں بے شمار سماجی برائیاں پیدا ہوجائیں گی۔

اب بچت اور بینک کا تعلق قارئین پر واضح ہوگیا ہوگا اور انہیں یہ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ موجودہ معیشت میں بچت اور بینک ہماری اقتصادی زندگی کے لئے کس قدر اہمیت رکھتے ہیں۔ بچت اور بینک آج کی دنیا میں دو ایسے الفاظ ہیں جن سے معاشرے کا بچہ بچہ واقف ہوچکا ہے۔ ٹیلی ویژن دیکھئے، ریڈیو سنئے، یا اخبارات کا معاملہ مطالعہ کیجئے آپ کو ہر قدم پر ان دونوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ۱۹۱۲ء میں جب کہ اقتصادی تعلیم محدود تھی کسے معلوم تھا کہ تیس چالیس سال کے بعد بچت اور بینک کس قدر اہمیت اختیار کرجائیں گے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے مستقبل میں جھانک لیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف فضول خرچی سے باز رکھنے کی تلقین کی، نہ صرف پس اندازی کی ہدایت کی بلکہ صاحب حیثیت اور دولت مند مسلمانان ہند سے اپیل کی کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کیلئے بینک قائم کریں۔ وہ بینک جہاں کم حیثیت کے مسلمان اپنی اپنی چھوٹی بچائی ہوئی رقم محفوظ رکھ سکیں اور جہاں سے باصلاحیت مسلمان آجروں کو سرمایہ فراہم ہوسکے اور وہ صنعت کاری کے میدان میں ہندوؤں کا مقابلہ ڈٹ کر کرسکیں۔

پاکستان ۱٤ اگست ۱۹٤۷ء کو وجود میں آیا، ہندو مجبور ہوگیا تھا کہ وہ برصغیر کی تقسیم کو قبول کرلے لیکن وہ ابھی تک اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ معاشی طور پر پاکستان کی زندگی چند روزہ ہے۔ یہ ایک حقیقت بھی تھی۔ پاکستان کے خزانے خالی تھے صنعت اور بینکنگ میں مسلمان ناتجربہ کار تھے اس میدان میں گویا ایک خلا تھا جس کو تیزی کے ساتھ پُر کرنا انتہائی ضروری تھا۔ پاکستان کے ارباب اقتدار کو اس خلا کو پر کرنے کے لئے جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ بے شمار تھیں لیکن رفتہ رفتہ خدا کے فضل و کرم سے حالات پر قابو پالیا گیا آخر تو یہ مملکت خداداد تھی جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔

میں سوچتا کہ کاش ۱۹۱۲ء میں چند ایک ہی ایسے اہل دِل مسلمان ہوتے جو مولانا احمد رضا خان کے ارشادات پر عمل کر لیتے تو مسلمانوں کی اقتصادی تاریخ برصغیر میں یقیناً مختلف ہوتی اور پاکستان کو انتہائی نامساعد معاشی مسائل کا سامنہ نہ کرنا پڑتا۔ ایسی گہری سوچ اور ایسے نکات جن کے نتائج اس قدر دوررس ہوں کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں یہ تو صرف مردِ مؤمن کا کمال ہے۔اس مردِ مومن نے تونگر مسلمانوں کو دعوت دی کہ مسلمانوں کیلئے مسلمانوں کا بینک قائم کرو تا کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت سنبھلے۔ یہی بات ١٩٤٦ء میں قائد اعظم نے دوہرائی اگر ١٩١٢ء میں سر آدم جی اور مرزا اصفہانی جیسے دو چار اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر عمل کر لیتے تو مسلمانوں کا معاشی مستقبل بہت کچھ سنور جاتا اور اس کے اقتصادی نتائج نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لئے بلکہ مسلمان عالم کے لئے بے حد خوشگوار ثابت ہوتے۔

اب ہم مولانا احمد رضا کے تیسرا نکتے کی طرف آتے ہیں۔آپ نے فرمایا تھا:۔

تیسرا نکتہ

مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

ذرا اس نکتہ پر غور فرمایئے موجودہ عالمی اقتصادی ماحول کا جائزہ لیجئے اور پھر یہ دیکھئے کہ مسلمانوں نے اس عالم دین کے اس زریں اصول کو نہ سمجھا اور نہ ہی اس پر عمل کیا لیکن دوسری عالمی جنگ کے بعد مغربی یورپ کی جنگ سے متاثر ہونے والے ممالک نے اس پر عمل کیا اور آج یہ ممالک اقتصادی طور پر دنیا کے مستحکم ترین ممالک سمجھے جاتے ہیں۔

لکھنؤ میں، میں نے اپنے بچپن میں جب دوسری جنگ عظیم زور و شور سے جاری تھی اکثر مسلمانوں کی دکانوں پر یہ شعر چسپاں دیکھا تھا:

زندگی عزت کی مسلم ہند میں چاہے اگر　　　تو یہ لازم ہے کہ سودا جب بھی لے مسلم سے لے

یہ غالباً فاضل بریلوی کے اس نکتے کی بازگشت تھی اس شعر نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا لیکن صاحب حیثیت مسلمانوں کو میں نے ہندوؤں کی دکانوں سے خرید و فروخت کرتے دیکھا۔مسلمانوں میں اس وقت بھی ماہرین اقتصادیات موجود تھے لیکن بد قسمتی سے ان کی نگاہیں مغربی مفکرین کی جانب لگی ہوئی تھیں وہ اس بات سے قطعاً بے خبر تھے کہ خود ان کا ایک عالم اقتصادیات کے بارے میں کیسے کیسے موتی ان کے سامنے بکھیر گیا ہے وہ اپنے خزانے سے بے خبر رہے لیکن مغربی خزانوں کی طرف حسرت و یاس سے دیکھتے رہے اور کسی نے بھی مولانا کے اس نکتے پر غور نہیں کیا نہ ہی اسے سمجھا اور نہ ہی وضاحت کی ضرورت محسوس کی۔اگر اس وقت کوئی بھی مسلمان ماہر اقتصادیات اس نکتے کے دوررس اثرات کی وضاحت کر دیتا اور مسلمان صرف مسلمانوں ہی سے کرنے لگتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان ہندوستان میں معاشی اعتبار سے دوسری قوموں کے مقابلے میں پست ہوتے۔

معاشیات میں اس بات پر گرما گرم بحث ہوتی رہی اور جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے کہ بین الاقوامی تجارت آزاد ہونی چاہیئے یا اس پر پابندیاں ضروری ہیں۔ تامین (Protection) کے خلاف اور موافقت میں بڑے بڑے یورپین اور امریکہ ماہرین معاشیات نے دلائل پیش کیے ہیں۔ آدم اسمتھ (Adam Smitch) کو جسے معاشیات کا باوا آدم کہا جاتا ہے آزاد بین الاقوامی تجارت کا سب سے بڑا حامی سمجھا جاتا ہے آزادی تجارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مملکتوں کے مابین اشیاء وخدمات کی آمدرفت پر پابندیاں نہیں ہیں یا اگر ہیں تو برائے نام ہیں۔ اس کے برخلاف تامین وہ تحفظ ہے جو حکومت ملکی صنعتوں کو غیر ملکی مقابلے سے بچانے کیلئے دیتی ہے آدم اسمتھ کی کتاب دولت اقوام ۱۷۷۲ء میں شائع ہوئی تھی ۱۷۹۱ء میں امریکہ کے ایک سیاستدان الیگزینڈر ہملٹن نے تامین کی پالیسی کی پرزور حمایت کی اور آزاد بین الاقوامی تجارت کی مخالفت جرمنی میں فیڈک لسٹ نے تامین کی حمایت میں پرزور دلائل دیتے ہوئے سب سے پرزور دلیل جو تامین کے حق میں دی جاتی ہے وہ یہ کہ ملک کی نوزائیدہ صنعتیں بیرونی مقابلے میں جس وجہ سے تحفظ کی مستحق ہیں کہ وہ مضبوط بیرونی صنعتوں کا اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں قطعاً مقابلہ نہیں کرسکتیں ان کی حفاظت حکومت کا فرض ہے ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے سے قبل ہی بیرونی مقابلے کے سامنے دم توڑ دیں۔

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تامین اس لئے ضروری ہے کہ ملک کی دولت ملک ہی میں رہتی ہے اور روزگار میں اضافہ ہوتا ہے نیز یہ جذب حب الوطنی کے فروغ کا باعث ہے۔

اور بھی بہت سے دلائل ہیں جو تامین کے حق میں دیئے گئے ہیں مگر میں صرف مندرجہ ذیل بالا دو دلائل کے متعلق امام احمد رضا خان بریلوی کے تیسرے نکتے کی روشنی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی نے برصغیر میں اسلامی حکومت کا خاتمہ کردیا تھا اور انگریزوں نے یہاں اپنی حکومت قائم کرلی تھی ۱۹۱۲ء میں انگریزی حکومت ہندوستان میں انتہائی مستحکم ہوچکی تھی۔ اس وقت کوئی یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ صرف ۳۵ سال بعد فرنگی اس سرزمین کو چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

مسلمانوں کا اب اپنا کوئی ملک نہ تھا لیکن مسلم قوم اب بھی موجود تھی جسے اس بات کا پورا پورا احساس تھا کہ انہوں نے کیا گم کردیا ہے حکومت ختم ہوچکی تھی مگر قوم اب بھی موجود تھی۔ اس قوم کی سماجی، مذہبی اور معاشی بقاء کے لئے مضبوط بنیادوں پر اہل نظر اور اہل علم مسلمانوں کو پالیساں وضع کرنی تھیں تعلیمی سیاسی اور معاشرتی میدان میں مسلم لیڈران سرگرم عمل تھے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جدوجہد تیز تر ہوتی جارہی تھی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس موقع پر کسی نے بھی مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور اس سے نمٹنے کے لئے کوئی پالیسی وضع نہ کی۔ اس موقع پر امام احمد رضا خان بریلوی نے اپنے معاشی نکات پیش کیے جن پر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے

کوئی غور وفکر نہیں کیا تعلیم یافتہ مسلمان اپنی رہبری کیلئے مغربی علماء کا سہارا لے رہے تھے اور اس بات سے قطعاً بے خبر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے درمیان ایک ایسے باوصف انسان کو بھیج دیا ہے کہ جس کے ارشادات پر اگر مسلمان عمل کرتے تو کب کے اپنی غربت وافلاس سے چھٹکارا حاصل کر کے باعزت زندگی بسر کرنے لگتے۔

مولانا احمد رضا خان کا تیسرا نکتہ میرے نزدیک معاشی اعتبار سے انتہائی اہم ہے وہ مسلمانوں کو معاشی تحفظ دینا چاہتے تھے۔ روزگار اور تجارت کے میدان میں ہندو مسلمانوں سے بہت آگے تھے۔ مسلمانوں کو اس میدان میں کوئی تجربہ نہ تھا اور اگر مسلمان تجارت کرنا بھی چاہتے تو اوّل تو ہندو اپنے مقابلے میں انہیں میدان سے بھگا دیتے تھے اور دوسرے اپنوں کی بے اعتنائی ان کا دل توڑ دیتی تھی فاضل بریلوی پر یہ باتیں روز روشن کی طرح عیاں تھیں اس کا صرف ایک ہی علاج تھا اور وہ یہ کہ مسلمان مسلم تجارت پیشہ افراد کو تحفظ دیں اور خرید وفروخت صرف مسلمانوں ہی سے کریں یعنی فاضل بریلوی نے جدید اقتصادی زبان میں مسلمان دوکانداروں کے لئے مسلمان بھائیوں سے تامین کی اپیل کی۔ مسلمان دکانداروں کی مثال بالکل اس نوزائیدہ صنعت کی سی تھی جسے سخت ترین بیرونی مقابلے کا سامنے تھا اور ان کی بقاء اسی صورت میں تھی کہ مسلمان ان کی سرپرستی کریں۔ یہاں کسی ملکی صنعت کو تحفظ نہیں دینا تھا بلکہ اپنی قوم کی اس جماعت کی حفاظت مقصود تھی جو معاشی میدان میں آگے بڑھنے کیلئے کوشاں تھی۔

اب اگر مسلمانان ہند فاضل بریلوی کے ارشاد پر عمل کرتے تو اس کے اقتصادی نتائج کیا ہوتے؟ مسلمانوں کا پیسہ مسلمان دوکانداروں کے پاس جاتا۔ اپنے طور پر یہ مسلمان تاجر مسلمان تھوک فروشوں سے زیادہ سامان حاصل کرتے۔ مسلم تھوک فروش مسلم صنعت کاروں سے زائد اشیاء خریدتے اور جب موثر طلب میں اس طرح اضافہ ہوتا تو مسلمان صنعت کار زیادہ اشیاء پیدا کرتے کیونکہ ان کی اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا۔ اشیاء کو پیدا کرنے کے لئے وسائل پیدائش کی ضرورت ہوتی ہے یعنی زمین، محنت اور سرمائے کی۔ مسلمان صنعت کار جب اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کرتے تو یقیناً وہ بے روزگار مسلمان جو تلاش روزگار میں سرگرداں تھے ملازمتیں حاصل کرلیتے اور جب ان افراد کی آمدنیوں میں اضافہ ہوتا تو ان کی موثر طلب بڑھ جاتی اور معاشیات کا وہ چکر شروع ہو جاتا جو کسی بھی معیشت کو خوشحال کر دیتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان صنعت کار سرمایہ کہاں سے لاتے تو اس کا جواب مولانا احمد رضا خاں کے پہلے دو نکات میں پوشیدہ ہے کہ مسلمان بچت کریں اور صاحب حیثیت مسلمان بینک قائم کریں۔ بینک جن کا اولین مقصد پیداواری کاموں کیلئے سرمایہ فراہم کرنا ہوتا ہے۔ کینز کے نظریہ 'روزگار وآمدنی' میں موثر طلب (Effective Demand) بے حد اہم کردار ادا کرتی ہے اور مولانا احمد رضا خان بریلوی کے تیسرے نکتہ میں موثر طلب کا خیال واضح طور پر موجود ہے۔ سارا کریڈٹ کینز کو جاتا ہے اور ہم اپنے عالم کے ارشادات سے قطعاً بے خبر مغربی ماہرین معاشیات کو داد دیتے رہتے ہیں، خوان نعمت ہمارے سامنے لگا ہوا ہے لیکن ہماری نگاہیں مغرب کی ڈبل روٹی پر لگی ہوئی ہیں۔

اب ذرا یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ فاضل بریلوی کے اس نکتے پر مغربی دنیا نے دوسری جنگ عظیم کے بعد کتنا عمل کیا ہے۔ مغربی یورپ کے ممالک مثلاً جرمنی، فرانس اور اٹلی وغیرہ اس جنگ سے تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ خصوصاً جرمنی کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جرمنی کی 'بندر بانٹ' ہوئی۔ ایک حصہ روسیوں کے پاس اور دوسرا اتحادیوں کے قبضے میں آیا۔ جرمنی دو حصّوں میں تقسیم ہو کر مغربی جرمنی اور مشرقی جرمنی بن گیا۔ جرمنی کی اقتصادی و معاشی حالت بالکل تباہ ہو چکی تھی۔ یہی حالت فرانس اور اٹلی کی تھی۔ لیکن جرمنی نے جلد ہی اپنی حالت کی اِصلاح کی طرف توجہ دی۔ وہاں کے دانش مندوں یہ بات بخوبی سمجھ لی تھی کہ جرمنی کو اگر زِندہ رکھنا ہے تو اقتصادی بحالی فوقیت کے لحاظ سے اوّل نمبر پر ہے۔ جنگ کی تباہی کے بعد مغربی جرمنی تنہا اپنی معیشت کو بحال نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا روم میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے اور یوروپین مشترکہ منڈی (European Common Market) کا قیام عمل میں آیا جو کچھ مغربی یورپی ممالک پر مشتمل تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عالمی سیاست میں امریکہ کا طوطی بول رہا تھا اور عالمی معیشت میں امریکی ڈالر کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ اس منڈی کے قیام کے پس پشت جو نظریہ کارفرما یعنی مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔ معاہدہ روم جس کے تحت اس منڈی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ ان شرائط و ضوابط پر مشتمل تھا کہ منڈی کے اراکین ان اشیاء کو پیدا کریں گے جن کی پیدائش پر انہیں دوسرے ممالک پر فوقیت حاصل ہے = منڈی کے اراکین ممالک خود کو ایک وحدت خیال کریں گے۔ آپس میں تجارت آزاد نہ ہو گی یعنی تجارت پر کوئی پابندی نہ ہو گی۔ وسائل پیدائش کی منتقلی پر پابندیاں نہ ہوں گی درآمدات پر بھاری ٹیکس لگائے جائیں گے اور برآمدات رعایتوں کی مستحق ہوں گی۔ جو اشیاء منڈی کے اراکین پیدا کر سکتے ہیں انہیں باہر سے نہیں منگوایا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ خرید و فروخت آپس ہی میں ہو گی۔

منڈی کے قیام کے وقت غالباً اراکین کو بھی اس کی کامیابی کا یقین نہ تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا نے حیرت سے دیکھا کہ یہ اِدارہ انتہائی مستحکم اقتصادی ادارہ بن گیا۔ منڈی کے اراکین کی معیشت انتہائی مضبوط خطوط پر قائم ہوئی۔ مالی اعتبار سے اراکین کی حیثیت بے حد مضبوط ہو گئی اور ہم نے دیکھا کہ عالمی اقتصادیات میں امریکن ڈالر کی حیثیت ثانوی رہ گئی اور جرمن مارک دنیا کی مضبوط ترین کرنسی بن گیا۔

یوروپین مشترکہ منڈی کی اس شاندار کامیابی نے معاشیات کی ایک نئی شاخ کو جنم دیا جسے ہم (Theory of Economic Integeration) کے نام سے جانتے ہیں۔ اس پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے۔

مشترکہ منڈی کی اس شاندار کامیابی سے متاثر ہو کر یورپ کے تقریباً دس ممالک نے جس میں برطانیہ بھی شامل تھا ایک یوروپین فری ٹریڈ ایریا (European Free Trade Area) قائم کر لیا لیکن وہ کامیابی نصیب نہ ہوئی جو یوروپین مشترکہ منڈی

کو ہوئی۔ پاکستان، ایران اور ترکی کی مابین جو معاہدہ ہوا تھا اور جسے ہم آر سی ڈی کے نام سے جانتے ہیں۔ انہیں خطوط پر تھا لیکن اس ادارہ کو وہ کامیابی نہ ہو سکی جس کی توقع کی جاتی تھی۔ آر سی ڈی کو کامیاب بنانے کیلئے تینوں ممالک کے سربراہوں کی ایک کانفرنس ۲۶ اپریل ۱۹۷۶ء کو ازمیر (ترکی) میں منعقد ہوئی تھی۔ لیکن ابھی تک کوئی مثبت نتائج برآمد نہیں ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ اگر تینوں ممالک صدق دل اور نیک نیتی سے اس ادارے کی کامیابی کیلئے کوشش کریں تو کامیابی نصیب نہ ہو۔

بہر حال اس تمام بحث سے غرض یہ تھی کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے جو نکتہ بیان فرمایا تھا اگر مسلمان صدق دل سے اس پر عمل کرتے تو انہیں بھی یقیناً وہی کامیابی ملتی جو یورپین مشترکہ منڈی کے حصے میں آئی۔ ہمارے ایک عظیم عالم دین نے ہمارے لئے چراغ جلا کر رکھ دیا جس کی روشنی میں ہمیں صحیح راستے کا تعین کرنا تھا لیکن افسوس راستے کا تعین تو درکنار ہم نے اس شمع ہدایت کو بھی نظر انداز کر دیا اسے ہم صرف اپنی بدنصیبی اور کوتاہ بینی سے تعبیر کر سکتے ہیں یا پھر یہ کہ معاشرتی، سیاسی اور تعلیمی اصطلاحات میں راہبران ملت ایسے الجھے کہ انہوں نے مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کی طرف توجہ نہ دی جو یقیناً حیرت انگیز اور قابل افسوس امر ہے جب کہ ان کی ہدایت کے لئے اتنے واضح نکات مولانا احمد رضا خاں نے ۱۹۱۲ء میں واضح فرما دیئے تھے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا چوتھا نکتہ گو کہ اقتصادیات کے متعلق نہیں لیکن اس کی اہمیت اپنی جگہ مُسلّم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

﴿٤﴾ "علم دین کی ترویج و اشاعت کریں۔"

یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمان مغربی تعلیم حاصل کرنے کیلئے آگے بڑھ رہے تھے۔ انگریزی تعلیم کا حصول بذات خود ایک اچھی بات تھی۔ مسلمانوں کو تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ ہدایت ہے کہ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن جو بات تشویش ناک تھی اور جسے مولانا کی ذات گرامی نے اس وقت محسوس کر لیا تھا وہ یہ تھی کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل مغربی تہذیب کی بھی دلدادہ ہوتی جا رہی تھی جو ایک غیر فطری بات تھی۔ فاضل بریلوی نے سمجھ لیا تھا کہ اگر مسلمان علم دین سے بے بہرہ ہو گئے تو وہ اپنی حیثیت و انفرادیت کو گم کر بیٹھیں گے۔ نئی تہذیب ان کی وحدت کو ختم کر دے گی اور ان کا وہی حال ہو گا کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اکبر الٰہ آبادی نے بھی یہ بات بخوبی محسوس کر لی تھی اپنی شاعری کے تیز و تند نشتروں سے انہوں نے مسلمانوں کو اس خطرے کا احساس دلایا۔ انہیں سمجھایا کہ اپنی اصلیت مت بھولو۔ تمہارا سب سے بڑا خزانہ تمہارا مذہب اور تمہاری تہذیب ہے۔ لیکن 'رفارم' (Reform) کا چکر اتنا تیز تھا کہ مسلمان اس طرف متوجہ نہ ہوئے اور اکبر الٰہ آبادی نے فرمایا کہ ؎

سید اٹھے جو گزٹ لے کے تو لاکھوں لائے شیخ قرآن دکھاتے رہے پیسہ نہ ملا

اور یہ کہ ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

مغربی تہذیب نے ایسا رنگ جمایا اور نوجوانوں کو اپنی رنگینیوں کا ایسا متوالا بنایا کہ وہ اپنے معاشرے، تہذیب اور مذہب سے دُور ہوتے چلے گئے اور فرنگی اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے گئے۔

مذہب سے بیگانگی نے برصغیر کے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو بے حد نقصان پہنچایا لیکن جب قائداعظم محمد علی جناح نے اسلام کے نام پر مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا چاہا تو مسلمان پروانہ وار ان کے گرد جمع ہوگئے۔ اسلامی غیرت وحمیت اس وقت بھی مسلمانانِ ہند میں موجود تھی جس کا نتیجہ تقسیم ہند کی صورت میں ظاہر ہوا۔

مسلمانوں کو ایک نیا ملک نصیب ہوا جو اس بنیاد پر وجود میں آیا تھا کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ان کی ثقافت وتہذیب ہندوؤں سے مختلف ہے مگر بدنصیبی تو ملاحظہ فرمائیں کہ اسلام کے نام پر علیحدہ مملکت تو وجود میں آ گئی مگر ترویج دین کی طرف اہل اقتدار نے کوئی توجہ نہ دی ضرورت اس بات کی تھی کہ مملکت اسلامیہ پاکستان کو صحیح طور پر ایک اسلامی ملک بنایا جاتا۔ اسلامی تعلیمات کی اشاعت ہوتی۔ نوجوانوں کو مذہبی تعلیم سے روشناس کرایا جاتا۔ انہیں بتایا جاتا کہ پاکستان کیلئے برصغیر کے مسلمانوں نے کس لئے جدوجہد کی تھی اور بے شمار قربانیاں کیوں دی گئیں تھیں لیکن افسوس کہ اس طرف سے توجہ ہٹالی گئی۔ اقتدار کے لئے رسہ کشی شروع ہوگئی۔ ابھی ملک کی جڑیں مضبوط بھی نہ ہوئی تھیں کہ طوفان حوادث نے اسے آگھیرا۔ مذہب سے بیگانگی نے اور بھی غضب ڈھایا۔ ہم نے خود کو صوبوں سے خصوصیت دے لی اور یہ بھول گئے کہ ہم اوّل وآخر صرف مسلمان ہیں۔

ہمارے ملک پر جو آفات نازل ہوئیں ان کا بنیادی سبب ہماری مذہب سے بیگانگی تھا۔ اگر ابتداء ہی سے علم دین کی ترویج واشاعت پر زور دیا جاتا تو ہمیں یہ بُرے دن ہرگز نہ دیکھنا پڑتے۔

آج ہمیں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہماری نئی نسل کو جو مغرب کی تقلید میں دیوانی ہوئی جا رہی ہے۔ اسلامی تعلیم، اسلامی تہذیب اور اسلامی تاریخ سے روشناس کرایا جائے۔ اگر اس سلسلہ میں نیک نیتی سے کوششیں شروع کردی جائیں تو کوئی وجہ نہیں ہماری نسل اپنی منزل کو نہ پالے۔ بقول شاعر مشرق علامہ اقبال ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت ذرخیز ہے ساقی